رحمتِ الٰہی کے ذرائع...

جہاد اور اِحسان

مع تذکرۂ مولیٰ المسلمین و دیگر اصحابِ بدر و فتحِ مکّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ / 06 مارچ 2026ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان — مرکزی دفتر — جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ o یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔

باری تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر رحمت و مہربانی فرماتا ہے، دُنیا میں ہر مخلوق اپنی حیثیت و ضرورت کے مطابق اُس کی رحمت سے حصّہ پاتی ہے، جب کہ قیامت کے دن اُس کی رحمتیں فقط اہلِ ایمان کو نصیب ہوں گی۔

ارحم الراحمین جَلَّ شَانُہٗ کی رحمت کسے زیادہ نصیب ہوتی ہے؟ اِس حوالے سے پہلے تو یہ ذہن نشین ہونا چاہیے کہ اُس کی رحمت نہ کسی ضابطے کی پابند ہے اور نہ ہی کسی عمل پر منحصر ہے... وہ جب چاہے، جسے چاہے، جتنی چاہے رحمت عطا فرماتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

- قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ o یعنی "اے حبیب! آپ فرما دیجیے: فضل و کرم تو یقیناً اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت وُسعت والا، بے حد علم والا ہے۔"
- یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ o "وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل و احسان والا ہے۔" [اٰلِ عمرٰن 3:73، 74]

بہر حال اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ کریم ﷺ نے کئی ایسے اعمال ارشاد فرمائے ہیں جن کی برکت سے رحمتِ الٰہی کی خیرات عطا ہوتی ہے۔ ہمیں وہ کام کرنے چاہییں اور یہ حُسنِ ظن بھی رکھنا چاہیے کہ اُن کی برکت سے رحمٰن و رحیم کی رحمتِ بے پایاں عطا ہو گی۔

رَمضانِ کریم میں رحمتِ الٰہی کا دریا خوب مَوج پر ہے۔ جب مالکِ بے نیاز جَلَّ مَجۡدُہٗ مہربانی فرمانا چاہتا ہے تو ہم محتاجوں کو بھی رحمت کی بھیک مانگنے اور رحمت کی عطا والے کام کرنے میں ہر گز سُستی نہیں کرنی چاہیے۔

موجودہ ذاتی و عالَمی حالات کے تناظر میں رحمت کے اسباب تلاش کرنے کے لیے قرآن و سنّت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "جہاد فی سبیل اللہ" اور "اِحسان" بھی اُن مقبول اعمال میں سے ہیں کہ جن کی برکت سے رحمتِ الٰہی کی بارش مُوسلا دھار برستی ہے۔

رمضان المبارک میں ایسی شخصیات سے منسوب ایّام بھی ہیں جن کی زندگیاں جہاد اور اِحسان کی اعلیٰ مثال ہیں:

i. ہجرتِ نبویہ کے دوسرے سال 17 رمضانِ کریم کو اسلام اور کفر کا پہلا بڑا معرکہ ہوا، جسے غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔ اِس میں شریک صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ایمانی جذبہ اور شوقِ جہاد ایسا حسین تھا کہ قیامت تک اُس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔
ii. ہجرت کے آٹھویں سال، رمضان المبارک کے دوسرے عشرے میں اللہ پاک کے فضل و کرم سے مکّۂ مکرمہ فتح ہوا۔
iii. 21 رمضان المبارک، 40ھ کو مولَی المسلمین شیر خدا سیدنا علی مُرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کی شہادت ہوئی۔

چنانچہ اِن شخصیات کی مبارک سیرتوں سے مثالیں لیتے ہوئے خطبہ میں جہاد اور احسان کے ذریعے رحمت کی عطا پر گفتگو ہو گی۔

جہاد کے ذریعے رحمتِ اِلٰہی کا حصول

ربِّ ذوالجلال کا فیصلہ اور وعدہ ہے کہ وہ دینِ اسلام کو غالب رکھے گا۔ اُسے اپنا یہ وعدہ پورا فرمانے کے لیے مخلوق میں سے کسی کی بھی حاجت نہیں... وہ چاہے تو اپنے حکم "کُن" سے اپنا فیصلہ نافذ فرمائے اور چاہے تو فرشتوں، ابابیلوں اور دیگر مخلوقات کے ذریعے اپنا حکم پورا کروالے، تاہم اُس نے مسلمانوں کو نوازنے کے لیے اُنھیں حکم دیا ہے کہ وہ قیامت تک اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد جاری رکھیں۔ جہاد فی سبیل اللہ پر اُس نے رحمت کی عنایت سمیت بے شمار انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔

جہاد پر عنایت: خالقِ کریم نے راہِ خدا کے مجاہدین کو عظیم ترین خوش خبریاں عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

- اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔

"وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ بہت بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں۔"

- يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۔ "اُن کا رب اُنھیں اپنی رحمت، اپنی رِضا اور اُن جنّتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں اُن کے لیے دائمی نعمتیں ہیں۔"

- خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ "وہ ہمیشہ ہمیشہ اُن جنّتوں میں رہیں گے، بلاشبہ اللہ ہی کے پاس عظیم اجر ہے۔"

[التوبۃ9:20 تا22]

ترکِ جہاد کی مذمت: اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت جذبۂ جہاد سے تقریباً محروم ہو چکی ہے اور دینی نقطۂ نظر سے یہ بات انتہائی مذموم ہے۔ قرآن وسنّت سے تربیت ملتی ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں جہاد کی سچی تمنّا ہونی چاہیے... پھر اگر شرعی تقاضوں کے مطابق جہاد کا موقع ملے تو عملی طور پر بھی جہاد میں حصہ لینا چاہیے، لیکن ایسا نہ ہو سکے تو اسلام کی ترقّی واِشاعت کے لیے دیگر ذرائع سے کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ علمِ دین پھیلانا، نیکی کی دعوت دینا، خدمتِ دین کے لیے مال پیش کرنا / صلاحیتیں بروئے کار لانا، خدّامِ دین کا ساتھ دینا اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ۔[1] یعنی "جسے اِس حال میں موت آئی کہ نہ تو اُس نے جہاد کیا اور نہ ہی اُس کے دل میں جہاد کی نیّت و تمنّا تھی تو وہ مُنافقت کی ایک قسم پر مرا۔" (صحیح مسلم، حدیث:1910)

---

[1] وَالْأَظْهَرُ أَنَّهٗ عَامٌّ وَيَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ أَنْ يَنْوِيَ الْجِهَادَ... (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:3813)

اصحابِ بدر رضیَ اللہُ عنہُم کا جذبۂ جہاد

راہِ خدا کے مجاہدین پر رحمت اور خصوصی نوازشات کا وعدہ بھی قیامت تک کے لیے ہے اور اُمّت کے کچھ نہ کچھ افراد میں جہاد کا جذبہ بھی قیامت تک باقی رہے گا.... مگر جس ایمانی جذبے سے بدری صحابہ رضیَ اللہُ عنہُم میدان میں تشریف لائے تھے اُس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کی جاسکے گی اور پھر اُن پر رحمتِ الٰہی کی بارش جس طرح بے حساب برسی وہ بھی قیامت تک کسی اور کے نصیب میں نہیں ہو گی۔

اہلِ بدر کے حسین جذبات ایسے بے مثال تھے کہ اُن کا تذکرہ ہمیشہ بُزدلوں کو دلیر.. کمزوروں کو توانا اور مایوسوں کو پُر اُمّید بنانے کا ذریعہ رہے گا اور ڈگمگاتے قدموں کو استقامت دلائے گا۔

بڑی عمر والے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عالی شان جذبات کا تو تصوُّر بھی ممکن نہیں... فقط ایک بچے کے شوقِ شہادت کا تذکرہ سُن کر ایمان کو تازہ کیجیے!

سیدنا سَعد بن ابی وقّاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنگ سے پہلے میں نے اپنے چھوٹے بھائی عُمَیر کو دیکھا کہ وہ چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مَیں نے وجہ پوچھی تو اُس نے کہا: إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَرَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَسْتَصْغِرَنِي فَيَرُدَّنِي، وَأَنَا أُحِبُّ الْخُرُوجَ؛ لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِي الشَّهَادَةَ! یعنی مجھے خدشہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے دیکھ کر بچہ ہونے کی وجہ سے بدر میں جانے کی اِجازت نہیں دیں گے، مگر میرا دل جہاد میں شامل ہونے کے لیے بے تاب ہے؛ میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز فرمادے!

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:3، ص:111، دار الکتب العلمیۃ۔ الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:4، ص:603، دار الکتب العلمیۃ)

سیدنا سعد رضیَ اللہُ عنہُ نے فرمایا: فَرَدَّ عُمَيْرَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، فَبَكَى عُمَيْرٌ، فَأَجَازَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعَقَدَ عَلَيْهِ حَمَائِلَ سَيْفِهِ۔

یعنی جب (سیدنا) عُمَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کم سِنی کی وجہ سے اُنھیں اِجازت عطا نہ فرمائی، شوقِ شہادت میں (سیدنا) عمیر رضیَ اللہُ عنہُ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور وہ اتنا زار و قطار روئے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے جذبۂ جہاد کی عزّت افزائی کرتے ہوئے بدر میں شرکت کی اِجازت بھی عطا فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے گلے میں تلوار کا پَرتَلا (چوڑا تسمہ جس میں تلوار کو لٹکاتے ہیں) بھی باندھا۔ (المستدرک علی الصحیحین، رقم:4864۔ معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم، رقم:5244)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو پوری کرتے ہوئے اُنھیں سولہ سال کی عمر میں درجۂ شہادت سے سرفراز فرمایا۔ خوش نصیب بدری شہدا میں سے سب سے کم عُمر سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔

یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اگر ایمانی جذبہ ایسا ہو تو پھر 313 کو بھی دُنیا کی کوئی طاقت پسپا نہیں کر سکتی۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

غُلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں — جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اصحابِ فتحِ مکہ رضیَ اللہُ عنہُم کا جذبۂ طاعت و جہاد

اسلامی تاریخ میں معرکۂ فتحِ مکہ کو بھی انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ مکہ مکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا فتح ہوا تو دُنیائے کفر میں ایک زلزلہ بپا ہو گیا اور دُشمنانِ اسلام کو سمجھ آ گئی کہ مسلمان اب واقعی ایک بڑی طاقت بن چکے ہیں۔ اب لوگ جَوق در جَوق سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں سے وابستہ ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ماہِ رمضان میں ہونے والے اِس عظیم معرکے میں بھی صحابۂ کرام رضیَ اللہُ عنہُم کے جذبات ایسے عُروج پر تھے کہ اُن کے تذکرہ سے ایمان کو تازگی ملتی ہے۔

صلحِ حُدَیبیہ میں اہلِ مکہ کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا تھا، مگر قریش نے اُسے توڑ دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکمتِ عملی کے تحت فتحِ مکہ کی تیاری کو مکمل طور پر خفیہ رکھا اور اہلِ مکہ کو اُس وقت خبر ہوئی جب دس ہزار غلامانِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حرمِ اقدس میں داخل ہو رہے تھے۔ اِس سے پہلے راستے میں ابوسُفیان کی عمِّ رسولِ کریم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، پہلے اُسے اسلام کا شرف نہیں ملا تھا، اِسی موقع پر اُس نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم فرمایا کہ ابوسُفیان کو ایک اُونچی جگہ کھڑا کر کے لشکرِ اسلام کی شان و شوکت کا نظّارہ کروایا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سیدنا ابوسُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جہاں دیدہ شخصیت تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کے ہاں بطورِ سفیر اُن کا آنا جانا تھا، مگر جب اُنھوں نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی اِطاعت گزاری اور جاں نثاری کے مناظر دیکھے تو حیران ہو کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: مَا رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ طَاعَۃَ قَوْمٍ، جَمَعَھُمْ مِنْ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا وَلَا فَارِسَ وَلَا الرُّوْمَ ذَاتَ الْقُرُوْنِ بِأَطْوَعَ مِنْھُمْ لَہٗ۔ یعنی ایسی فرماں برداری مَیں نے پوری زندگی میں نہیں دیکھی! یہ لوگ مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، مگر نہ فارس کے لشکر اپنے بادشاہوں کے اتنے مطیع ہیں اور نہ روم کی افواج اپنے نسل در نسل بننے والے قیصروں کی ایسی اطاعت گزار ہیں... اپنے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے اِن کی اِطاعت شعاری کا انداز سب سے نرالا ہے۔

(مصنف ابنِ ابی شیبہ، حدیث: 36902، مکتبۃ العلوم والحکم۔ شرح معانی الآثار، حدیث: 5445، عالم الکتب)

اِسی موقع سیدنا ابوسُفیان نے سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی کہا: لَقَدْ أَصْبَحَ مُلْکُ ابْنِ أَخِیْکَ الْغَدَاۃَ عَظِیْمًا! عباس! تمہارے بھتیجے کی بادشاہی واقعی بہت عظیم الشان ہو گئی ہے! سیدنا عباس رضیَ اللہُ عنہُ نے جواباً فرمایا: وَیْحَکَ یَا أَبَا سُفْیَانَ! لَیْسَ بِمُلْکٍ، وَلٰکِنَّھَا نُبُوَّۃٌ۔ ابوسفیان! آپ کی بات پر افسوس ہے، بادشاہوں کو یہ عزّت و وَجاہت کہاں نصیب ہوتی ہے، یہ جلالِ شاہی نہیں.. یہ تو بے مثال شانِ نُبوّت ہے۔ سیدنا ابوسفیان رضیَ اللہُ عنہُ کہنے لگے: نَعَمْ! جی ہاں! واقعی یہ شانِ نُبوّت ہے۔

(المغازی للواقدی، ج: 2، ص: 822، مطبعۃ جامعۃ آکسفورد۔ مصنف ابنِ اَبی شیبۃ، حدیث: 36902)

درحقیقت جذبۂ اطاعت و جہاد ہی صحابۂ کرام رضیَ اللہُ عنہُم کی اصل طاقت تھی، جس کے ذریعے اُنھوں نے پوری دُنیا کو مُسَخّر کیا۔

صہیونیوں کے خلاف اتّحاد و جہاد کی ضرورت

اِس وقت دُنیا ظلم کی لپیٹ میں ہے اور تیسری عالَمی جنگ کے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ اِس صورتِ حال کے پیچھے امریکی سرپرستی میں "صہیونی دہشت گردی" کا بڑا ہاتھ ہے۔ "صَہیُونِیَّت / Zionism" کو مختصر الفاظ میں "انتہا پسند یہودی تحریک" کہا جاسکتا ہے۔

1897ء میں پہلی صہیونی کانگریس کا اجلاس ہوا جس میں "صہیونی تحریک" کا آغاز کیا گیا۔ اِن لوگوں نے یہودی عوام کو یہ سوچ دی کہ بیت المقدس سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کی سلطنت کا دار الحکومت تھا اور ہماری کتابوں میں اِس سرزمین کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے؛ لہٰذا دُنیا بھر کے یہودیوں کو یہاں جمع ہونا چاہیے؛ تاکہ بیت المقدس میں ایک یہودی ریاست قائم کی جاسکے۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور 14 مئی 1948ء کو فلسطینیوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کرکے شیطانی ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

صہیونی یہودیوں کے عزائم و منصوبے انتہائی خطرناک ہیں، مثلاً:

- اُن کا منصوبہ "گریٹر اسرائیل" (ایک بہت بڑی یہودی ریاست کو قائم کرنا) ہے۔ وہ فلسطین، شام، لبنان اور اُردن کے علاقوں سمیت مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ کے کچھ حصّوں کو بھی ناجائز قبضے کے ذریعے اسرائیل کا حصہ بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔
- وہ ہمارے قبلۂ اوّل مسجدِ اقصیٰ کو شہید کرکے اُس کی جگہ ہَیکلِ سُلَیمانی (Sulaiman's Temple) تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔
- وہ عالَمی میڈیا کو کنٹرول اور عالَمی معاشی، مالیاتی و تعلیمی اداروں کو اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے ہیں؛ تاکہ میڈیا اُن کے مظالم کو نہ دکھائے، تعلیمی اداروں کے ذریعے وہ نئی نسل کی ذہن سازی کر سکیں اور مالیاتی اداروں کے ذریعے کمزور ممالک پر دباؤ ڈال سکیں۔

غزّہ کی تباہی اور عراق، شام، لبنان وغیرہ پر حملوں کے بعد اب دوسری بار ایران پر پوری قوّت سے حملہ ایک اچانک ہونے والی بات نہیں، بلکہ گریٹر اسرائیل کی سوچی سمجھی سازش کا حصّہ ہے۔

دوسری طرف اُمّتِ مسلمہ کا حال یہ ہے کہ نَوبت یہاں تک پہنچنے کے بعد بھی متعدّد اسلامی ممالک ناجائز ریاست اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں، بلکہ اُنھیں مزید بڑھانا چاہتے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق اسرائیل فقط اسلامی ممالک سے سالانہ تقریباً بارہ ارب ڈالر کماتا ہے.... پھر اِسی سرمائے سے بم بنا کر مسلم ممالک پر برساتا ہے۔[1]

اِن حالات میں مسلم رِیاستوں کی اہم ذمہ داری ہے کہ باہمی تعلقات کو فروغ دیں، غیروں پر اعتماد کے بجائے اپنوں سے روابط بڑھائیں، دوسرے مسلمانوں کے دُکھ درد کو اپنا درد سمجھیں اور اتّحاد و جہاد کے ذریعے صہیونیوں کا راستہ روکیں۔

اسلامی حکومتوں کے ساتھ ساتھ بحیثیتِ مسلمان ہماری بھی ذمّے داری ہے کہ اگر حکمران غیّور نہیں بنتے تو کم از کم ہم اپنے طور پر دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کو مالی تعاوُن فراہم کرنے والی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

---

[1] اِس حوالے سے متعدد تحقیقی مضامین انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔ ایک مضمون کا لنک درج ہے: https://e.jang.com.pk/detail/567314?utm_source=chatgpt.com

خوارِج سے جہاد

اسلام کی سربلندی کے لیے جہاں اسلام کے کھلے دشمنوں سے جہاد ضروری ہے، وہاں چھپے ہوئے دُشمنانِ اسلام کا راستہ روکنا بھی لازم ہے اور اِس کی ایک صورت خَوَارِج سے جہاد بھی ہے۔

لفظِ "خَوَارِج" خُرُوج سے بنا ہے۔ خروج کا مطلب ہے: اسلامی رِیاست کی شرعی اور آئینی و قانونی حکومت کے خلاف مُسلَّح بغاوت کرنا۔ ایسا کرنے والے گروہ کو "خارِجی" کہا جاتا ہے اور اِس کی جمع "خَوَارِج" ہے۔

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے خارِجی وہ بدنصیب ہیں جنھوں نے امیر المؤمنین حیدرِ کرّار سیدنا علی مرتضٰی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے خلاف منظّم اور مسلّح بغاوت کی۔ اُنھوں نے قرآنِ مجید سے غلط استدلال کرتے ہوئے مولَی المسلمین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہا اور آج تک خارجیوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ قرآنِ حکیم کا غلط مفہوم بیان کر کے مسلم حکومتوں کو کفر کی ترجمان قرار دیتے ہیں اور اُن کے خلاف مسلّح بغاوت کرتے ہیں۔

خارجیوں کا ہمیشہ سے یہی انداز ہے کہ وہ خوب قرآن پڑھتے ہیں.. نفاذِ شریعت کی دعوت دیتے ہیں... نمازوں، روزوں اور دیگر عبادات کی حد درجہ پابندی کرتے ہیں، جب کہ مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنا اُن کی نظر میں کوئی بڑی بات نہیں ہوتی، حالانکہ یہ کفر و گمراہی کے بعد سب سے بڑا جُرم ہے۔ آج کے خوارِج کا بھی بالکل یہی انداز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارِج کی کئی نشانیاں بیان فرمائیں۔ سیدنا ابو سعید سَعد خدری رضی اللہ عنہ کا روایت کردہ ارشادِ نبوی یوں ہے:

- يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ۔ "وہ قرآنِ مجید پڑھیں گے، مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔"
- يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ یعنی "وہ اِتنی جلدی اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیز رفتار تیر اپنے نشانے کو پار کر جاتا ہے۔"
- يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ۔ "وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔" (بخاری:3344)

افواجِ پاکستان ایک عرصے سے فتنۃ الخوارِج کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ علماء و مشائخِ اہلِ سنّت نے ہمیشہ خارجیوں کے بیانیے کو کھل کر مسترد کیا ہے، حتّٰی کہ جس وقت حکومتِ پاکستان بھی اُن سے متعلق گومگو کا شکار تھی اُس وقت علماء و مشائخِ اہلِ سنّت نے دوٹوک الفاظ میں خوارِج کو مسلمانوں کا دُشمن قرار دیا تھا اور اِسی تناظر میں خارجیوں نے شہیدِ پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمی علیہ الرحمہ کو اُن کے اِدارے جامعہ نعیمیہ، لاہور میں گُھس کر شہید کیا تھا۔

ہم آج بھی خارجیوں کے خلاف جہاد میں مصروف افواجِ پاکستان کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی کامیابی کے لیے دُعا گو ہیں!

”اِحسان“ کے ذریعے رحمتِ الٰہی کا حصول اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اُصول

رحمتِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ”اِحسان“ بھی ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ مَجْدُہُ الْعَزِیْز کا ارشادِ گرامی ہے: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت ”احسان“ والوں کے قریب ہے۔“ [الاعراف 56:7]

”اِحسان“ کیا چیز ہے؟ اِحسان کا ایک درجہ ہر صاحبِ ایمان کو نصیب ہے،[1] تاہم عبادات میں اِس کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جو سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کے سوال پر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا۔ اُنھوں نے پوچھا تھا کہ اِحسان کیا ہے؟ تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنَّکَ تَرَاہُ، فَإِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإِنَّہُ یَرَاکَ۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے تمہاری کیفیت یہ ہو کہ گویا تم اُس کا دیدار کر رہے ہو... اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم یہ تصوُّر ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث:50)

شیرِ خدا کا درجۂ احسان: مولَی المسلمین حیدرِ کرّار سیدنا علیِ مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے یومِ شہادت کی مناسبت سے اگر ہم آپ کی مبارک زندگی سے احسان کی مثال لینا چاہیں تو ایمان تازہ ہو جائے گا۔

مروی ہے: إِذَا حَضَرَ وَقْتُ الصَّلَاۃِ یَتَزَلْزَلُ وَیَتَلَوَّنُ وَجْھُہُ۔ یعنی جب نماز کا وقت آتا تو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسمِ مبارک پر کپکپی طاری ہو جاتی اور چہرۂ پُرنور کا رنگ بدل جاتا۔ عرض کی گئی: امیر المؤمنین! یہ کیا ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: جَاءَ وَقْتُ أَمَانَۃٍ عَرَضَھَا اللّٰہُ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلْتُھَا۔ یعنی اُس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا ہے جس کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تو وہ اُس سے ڈر گئے اور اُسے نہ اُٹھا سکے، مگر وہ امانت میرے ذمّے ہے۔“ (إحیاء علوم الدین للغزالی، کتاب أسرار الصلاۃ، فضیلۃ المسجد، ج:1، ص:151، دار المعرفۃ)

آپ کے اِس ارشادِ مبارک میں سورۂ احزاب کی آیت:72[2] کی طرف اشارہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ربِّ کریم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو یہ پیشکش فرمائی کہ وہ احکام پر عمل کی ذمہ داری لیں، فرماں برداری کی تو اُنھیں جزا ملے گی اور نافرمانی کی تو سزا ہو گی... مگر طاقت وَر ہونے کے باوجود آسمان و زمین ڈر گئے اور اِس امانت کا بوجھ نہ اُٹھا سکے، لیکن یہ امانت انسان کے ذمّے ہے۔

چنانچہ بارگاہِ ربّ العزّت سے ملنے والی امانت اور اُس کے حضور حاضری کا تصوُّر کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت بدل جاتی۔

---

[1] کُلُّ مَنْ حَصَلَ لَہُ الْإِقْرَارُ وَالْمَعْرِفَۃُ کَانَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (مفاتیح الغیب/التفسیر الکبیر، تحت الآیۃ)

[2] اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔

حرفِ آخر: جہاد اور اِحسان کے ذریعے رحمت کا فیضان

ربّ تعالیٰ کی رحمت سے ہی تمام جہان قائم ہیں اور مخلوق میں سے ہر ایک ہر لمحہ اُس کی رحمت کا محتاج ہے۔ وہ کرم فرمائے تو کوئی محروم نہیں کر سکتا اور وہ محروم کرے تو کوئی نوازنے والا نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یعنی "اللہ لوگوں کو جو رحمت عطا کرے تو اُسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ روک دے تو اُس کے روکنے کے بعد اُسے دینے والا کوئی نہیں اور وہی غالب، بے حد حکمت والا ہے۔" [فاطر 2:35]

اِس وقت ہم ذاتی طور پر جن حالات سے دوچار ہیں اور اجتماعی طور پر اُمّتِ مسلمہ کی جو صورتِ حال ہے اُس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور رحمت سے محرومی والے کام چھوڑ کر اُن اعمالِ خیر کو اختیار کریں جن کی برکت سے رحمت نصیب ہوتی ہے۔

آخری چار خطبات میں رحمتِ الٰہی کے ذرائع سے متعلق گفتگو کی گئی۔ آج بھی دو اسباب کا ذکر ہوا۔ چند اہم نِکات یہ ہیں:

- رَمَضان المبارک "ماہِ رحمت" ہے، اِس میں رحمت کی تڑپ زیادہ ہونی چاہیے... یعنی ماہِ رحمت میں رحمت کی دُعائیں بھی زیادہ کرنی چاہییں اور کارہائے رحمت (جن کاموں پر رحمت کی بشارت ہے وہ) بھی زیادہ سے زیادہ انجام دینے چاہییں۔
- رحمتِ الٰہی کا ایک اہم ذریعہ قرآنِ حکیم سے پختہ تعلق بھی ہے؛ لہٰذا ماہِ رحمت میں کتابِ رحمت کے ساتھ تعلّق کو پختہ تر بنانا چاہیے۔
- رحمتِ خداوندی پانے کے لیے صدقہ و خیرات، خصوصاً زکوٰۃ ادا کرنا بھی بہت اہم ہے؛ اِس کی برکات بھی سمیٹنی چاہییں۔
- ارحم الراحمین جَلَّ مَجْدُہُ الْعَزِیْز کی رحمتِ بے پایاں حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ "صبر" بھی ہے۔ رمضان المبارک ماہِ صبر ہے، اِس میں مشکلات پر صبر و رِضا، اِطاعت پر صبر و استقامت اور نافرمانی سے بچنے پر صبر و استقلال کا عادی بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- خالقِ کائنات کی رحمت سے وافر حصّہ حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ علمِ دین ہے۔ چنانچہ علمِ دین کے ممکنہ ذرائع اختیار کرنے چاہییں:
  - ذاتی طور پر کسی صحیح العقیدہ اُستاذ سے سیکھیں!
  - علمائے حق کی کتابوں کا مطالعہ کریں! "فرض علوم سیکھیے!" نامی کتاب کا مطالعہ بھی بے حد مفید ہے۔
  - سُنّی علما کے بیانات سنیں!
  - جو معلوم نہ ہو اُس سے متعلق کسی عالمِ دین سے پوچھنے کی عادت ڈالیں!
- خالقِ کریم نے اپنے راستے میں جہاد کو قیامت تک کے لیے فرض کیا ہے اور اِس پر خاص رحمتوں کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

اِس وقت دُشمنانِ اسلام دُنیا بھر میں دندناتے پھر رہے ہیں اور تیسری عالَمی جنگ کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ کی سرپرستی میں صہیونی دہشت گردوں کے عزائم بین الاقوامی امن کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ رواں ہفتے صہیونیوں نے ایران پر حملہ کر دیا ہے

اور اِس کے ساتھ ساتھ دیگر کئی ممالک میں بھی صہیونی دہشت گردی جاری ہے۔

اِن حالات میں اُمّتِ مسلمہ، خصوصًا مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ:

i. دُشمنانِ اسلام کے خلاف بھرپور طریقے سے طاقت تیار کریں۔ عرب ممالک اپنی بے پناہ دَولت کو عیّاشیوں پر لُٹانے کے بجائے اُس کے ذریعے جدید ہتھیار تیار کریں اور ایران سمیت سبھی ایٹمی پاور بنیں۔

ii. یہود و نصارٰی مسلمانوں کے دشمن تھے، ہیں اور رہیں گے۔ یہ قرآنِ مجید کا فیصلہ ہے۔ اُمّت نے اِسے نہ سمجھا اور یہود و نصارٰی سے دوستیاں بڑھائیں، جس کا نتیجہ ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اُمّتِ مسلمہ کو اب بھی ہوش کے ناخن لیتے ہوئے یہود و نصارٰی کا بائیکاٹ کرنا چاہیے اور اپنوں سے دوستیاں بڑھانی چاہییں۔

❖ مجاہد وہ مسلمان ہے جو رِضائے اِلٰہی کا طلب گار ہو اور اسلام کی سربلندی کی خاطر جہاد کرے۔ پاکستان مسلمانوں کا وطن ہے؛ اللہ تعالٰی کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی عزّت و وَجاہت کی خاطر جو جَوان پاکستانی سرحدوں کی رکھوالی کر رہے ہیں اور خَوارِج کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں وہ یقینًا راہِ خدا کے مجاہد ہیں... لیکن اگر کوئی بدنصیب مسلمان ہی نہیں یا اللہ تعالٰی کی رِضا کا طلب گار ہی نہیں یا اسلام کی خدمت اُس کے پیشِ نظر ہی نہیں، وہ صرف اپنی وردی، وطن یا کسی اور مقصد کی خاطر جنگ کر رہا ہے تو وہ مجاہِد نہیں ہے۔

❖ اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کا شوق اور راہِ خدا میں شہادت پانے کی تڑپ ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے، خواہ اُس کا تعلّق زندگی کے کسی بھی شعبے سے ہو... پھر اگر عملی طور پر جہاد میں شرکت کا موقع ملے تو اِسے سعادت سمجھتے ہوئے جہاد کرنا چاہیے اور ایسا نہ ہو سکے تو اسلام کی ترقّی و اِشاعت کے لیے دیگر ذرائع سے کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ علمِ دین پھیلانا، نیکی کی دعوت دینا، خدمتِ دین کے لیے مال پیش کرنا / صلاحیتیں بروئے کار لانا، خدّامِ دین کا ساتھ دینا اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

❖ رحمتِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ "اِحسان" بھی ہے۔ ارشادِ نبوی میں اِحسان کی وضاحت یوں ہے: "اللہ تعالٰی کی عبادت کرتے ہوئے تمہاری کیفیت یہ ہو کہ گویا تم اُس کا دیدار کر رہے ہو... اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم یہ تصوُّر ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

17 رمضان المبارک کو بدر میں اسلام اور کفر کے درمیان پہلا معرکہ وقوع پذیر ہوا... ماہِ پُرنور کے دوسرے عشرے میں مکہ فتح ہوا اور اِسی مبارک مہینے کی 21 تاریخ کو مولَی المسلمین حیدرِ کرّار سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الکَرِیم کا یومِ شہادت ہے۔ بلا مبالغہ شیرِ خدا کرّم اللہ وجہہٗ اور دیگر اصحابِ بدر و فتحِ مکہ رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیاں جذبۂ جہاد اور احسان کے حوالے سے منارۂ نور ہیں۔

شرعی مسئلہ: 20 رکعات نمازِ تراویح ادا کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان مَرد و عورت کے لیے سنّتِ مؤکّدہ ہے اور شرعی عذر کے بغیر اِنھیں چھوڑنے کی اِجازت نہیں۔

قضا نمازوں کی ادائیگی نوافل سے اہم ہے، مگر اُن کی خاطر نمازِ پنج گانہ کی سُنَنِ مؤکّدہ اور تراویح کو ترک کرنے کی اجازت نہیں۔

اللہ تعالیٰ حیدرِ کرّار سیدنا علیِ مرتضٰی اور دیگر اصحابِ بدر و فتحِ مکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طفیل ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمالِ خیر بجالانے اور رحمتِ رمضان سے وافر حصّہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

مالکِ مہربان اُمّت میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے اور احسان کا فیضان بھی عام فرمائے!

قادرِ مطلق اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!



دارالافتاء والتحقیق جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
دارالافتاء والتحقیق
DARUL IFTA WAT TAHQEEQ

"صدقۂ فطر (فطرانہ) وفدیۂ صوم"
برائے سال 2026ء/ 1447ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجناس	صدقۂ فطر (ایک فرد) ایک روزے کا فدیہ	پورے ماہ کا فدیہ	ایک روزہ بلا عذر توڑنے کا کفارہ	قسم توڑنے کا کفارہ
گندم کا آٹا دو کلو (چکی والا)	300 روپے	9000 روپے	18000 روپے	3000 روپے
جَو (چار کلو)	1160 روپے	34800 روپے	69600 روپے	11600 روپے
عمدہ کھجور (چار کلو)	2800 روپے	84000 روپے	168000 روپے	28000 روپے
عمدہ کشمش (چار کلو)	7200 روپے	216000 روپے	432000 روپے	72000 روپے

صدقۂ فطر، فدیہ و کفارات کی کم از کم مقدار اور ان کی موجودہ عام و محتاط قیمتیں (پاکستان لاہور مارکیٹس کے مطابق) بیان کی گئی ہیں، جن خوش نصیب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی مالی نعمتوں سے نوازا ہوا ہے، ایسے افراد اپنی حیثیت اور اپنے ملک، شہر کے مطابق مذکورہ اشیاء کی عمدہ قیمتوں کے پیشِ نظر صدقات کی ادائیگی کا اہتمام کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے ان شاء اللہ بروزِ قیامت عمدہ اجر پائیں گے۔ فدیہ کی مقدار دائمی مریض یا ایسے ضعیف العمر فرد کے لیے ہے جو روزہ رکھنے پر مستقل طور سے قادر نہ ہو۔ عارضی مریض یا مسافر جو مرض یا سفر کے عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھیں، ان پر صحت یاب ہونے یا سفر سے واپسی پر اپنی سہولت کے مطابق قضا لازم ہے۔

کتبہ وحررہ: مفتی محمد تنویر القادری
ناظم دارالافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دارالافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور پاکستان